محض اقرار کی بنیاد پہ نکاح منعقد ہونے کے بیان میں انوار کی موج

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّانِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ ۱۳۰۸ھ

(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از چھاؤنی فیروزپور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۸ھ

از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی و مصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم !

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعل شنیع قبیح سے تائب ہوئی، غیر ضلع میں جا کر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کار خیر کا نہ ہو، اہل ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے؟ تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضر شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقادِ نکاح ہوجاتا ہے؟ اس صورت میں ذکرِ مہر نہیں آیا، بعد توفیق و تطبیق روایات کے جواب مزین بمہر و دستخط فرما کر جلد عطا فرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجالِ مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

لک الحمد رب الارباب صل علی الحبیب الاواب مع الاٰل والاصحاب واھدنا الحق والصواب اٰمین الٰہنا الوھاب۔

تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت بھیج اور فرما اور اس پر مع اس کے آل واصحاب سلامتی نازل فرما اور ہماری حق وصواب پر رہنمائی فرما، آمین! اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابلِ امعانِ انظار و اعمالِ افکار ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ ت) اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصادقِ مرد وزن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وُہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج وزوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلا شُبہ انھیں زوج وزوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکامِ زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ دیانۃً اس سے بھی کمتر امر ثبوتِ نکاح کو کافی ہے، جب مرد وزن کو دیکھے مثل زن وشو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن وشوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقدِ نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدرر ویشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ[1]

ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد وعورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثباتِ نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج وزوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ سُنا ہو،

کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار و جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں اور

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۴

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشھادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]

قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بنا پر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے، تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کا نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

تو ان کا باہم تصادق بدرجۂ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ اھ[2] ملخصا۔

فتاوٰی شامی میں ہے ابی السعود کی علامہ حانوتی سے روایت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد و عورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصاً (ت)

پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ انھیں زوج و زوجہ ہی تصور کیا جائے جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا ہاں یہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وہ اپنے اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں ان کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عند اللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ بمجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وہ بدستور اجنبی و اجنبیہ ہیں گے، نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشاء نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا، حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے،

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۷۱

[2] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی ۲/ ۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذبا یقع به الطلاق قضاء لادیانة[1]

طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا، عنداللہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجته المدخولة واحدة رجعية فسئل کیف طلقت زوجتك فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانة الاما کان اوقعه من الواحدة الرجعية فیملك مراجعتها فی العدة والحال ھذہ[2] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو اس سے پوچھا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اس کو عدت کے دوران رجوع کا حق ہے، اھ ملخصا۔ (ت)

تو جب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل، ولہذا علماء متون و شروح و فتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد و زن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ و نقایہ و اصلاح و ملتقی میں کہ سب اعاظم متون معتمدہ مذہب سے ہیں جزم فرمایا، اسی پر کتاب المبتغی و فتاوٰی اہل سمرقند وغیرہا میں اقتصار کیا، اسی کو شرح خصّاف و مختارات النوازل و فتاوٰی خلاصہ و خزانۃ المفتین و مختار الفتاوٰی و ایضاح الاصلاح و جامع الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو تنویر الابصار و درمختار میں مقدم و مختار رکھ کر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوٰی خیریہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار و صحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد و اقوی علیہ الفتوی اور زائد کیا، علامہ رحمتی و شامی و سید ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں، وقایۃ الروایۃ و مختصر الوقایہ میں ہے: لاینعقد بقولھما عند الشھود نحن زوجان[3] (گواہوں کے سامنے مرد و عورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[4] (مذہب مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن و شروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار — کتاب الطلاق — دارالمعرفۃ بیروت — ۲/۱۰۶

[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ — ۱/۳۹

[3] نقایۃ مختصر الوقایہ — کتاب النکاح — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۵۱

[4] جامع الرموز — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۲۴۵

میں ہے:

لا بقولهما بانا زن وشوہیم لان النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التجنیس وقال فی مختارات النوازل ھو المختار۔[1]

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد و عورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تجنیس میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔ (ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشہود ما زن وشوہیم لا ینعقد۔[2]

اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیہقی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ رجل وامرأۃ لیس بینہما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرا لم یکن نکاحا قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذلک فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثمہ اخبار لم یجز۔[3]

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد و عورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے باہم اتفاق نکاح کا اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اسی طرح خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأۃ اقرا بین یدی الشہود بالفارسیۃ ما زن وشوہیم لا ینعقد النکاح بینہما وکذا لو قال لامرأۃ ھذہ

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

---

[1] ایضاح و اصلاح
[2] ملتقی الابحر کتاب النکاح موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۸
[3] فتاوٰی خانیہ " نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

امرأتی وقالت ھی ھذا زوجی لایکون نکاحا[1]

ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے، تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال ما زن و شوئیم لاینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظہار غیر الاثبات ولھذا الواقر بالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا خ (یعنی الخلاصۃ) ولوقال الرجل ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم[2] (س) (ای فتاوی اھل سمرقند) ملخصا۔

مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح منعقد نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، خ (یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں پہلے نکاح موجود نہیں ہے، س (فتاوٰی سمرقند)۔ (ت)

متن مولٰی غزی و شرح محقق علائی میں ہے:

ولاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ھو ثابت ولیس بانشاء[3] الخ وسیأتی تمامہ۔

محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ، یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ ھو المختار (یہی مختار ہے۔ ت) تک نقل کی، پھر کہا:

لوقال ای زن من ست بمحضر من الشھود

اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

---

[1] فتاوٰی خانیہ — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۴۹

[2] خزانۃ المفتین — — قلمی نسخہ — ۱/۶۹

[3] درمختار — کتاب النکاح — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۸۵

وقالت المرأة ای شوی من است ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیہ و الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظهیریۃ وفی شرح الجصاص المختار انہ ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقالا نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی[1] اھ۔

اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے، اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد و عورت کو گواہوں نے کہا کہ کیا تم نے ان الفاظ کو نکاح بنا دیا تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا' مختار الفتاوٰی میں ایسے ہی ہے اھ (ت)

اقول وجہ الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف وانہ ینفذ ظاهرا و باطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرهما۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) قاضی کے فیصلہ کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکمِ قاضی رافعِ خلاف ہے اور قضاءً ظاہراً اور باطناً نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے، تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا' جیسا کہ فتح اور دُرّ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

فتاوٰی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے :

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما مازن وشوئیم لاینعقد هو المختار قال بحضرۃ الشهود هذہ المرأۃ زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لاینعقد هو الصحیح و علیہ الفتوٰی[2]۔

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲

[2] جواہر اخلاطی فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۳۸

بالجملہ اخبار و انشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی۔

اقول وبتقریری هذا اندفع ما عسٰی ان یتوهم من ان النکاح مما یستوی فیه الهزل والجد فلا یحتاج الی نیة وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول هازلین او مکرهین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذٰلك لان بوناً بیّناً بین عدم القصد وقصد العدم بارادة شیئ اٰخر غیره مما یحتمله اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الا تری انه لو قال انت طالق ولم ینو شیئا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا او کاذبا لم تطلق دیانة کما نصوا علیه انتهی هذا افاده هو التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضه علی بعض الفحول علی ان هذا انما هو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شك فی توقفها علی النیة حتما فی الطلاق والعتاق۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میری اس تقریر سے اس شبہہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح توان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد و عورت نے ایجاب وقبول کے کلمات بول دئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہئے) اس شبہہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں جو کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظ طلاق بول کر کسی دوسرے معنی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر بندھے ہوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انت طالق کہہ کر پہلی دی ہوئی طلاق کی سچی یا جھوٹی خبر اور حکایت کا قصد وارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عنداللہ طلاق نہ ہوگی جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابل قبول ہے، اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے۔ تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہرحال نیت کے محتاج ہیں، جیسا کہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے۔(ت)

اور شک نہیں کہ ظاہراً اعوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی انھیں سن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہوا تو صرف یہ سوال وجواب و اخبار غلط کیونکر انھیں عنداللہ زوج و زوجہ بنا سکتے ہیں،

هذا مما لا یعقل ولا یستاهل ان یقبل

یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں،

9 **اقول** فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل في التنوير والدر عن الذخيرة بعد ما قدما عدم الانعقاد بالاقرار على المختار كما سمعت حيث قال عقيبه وقيل ان كان بمحضر من الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخيرة[1] فاعلم **اولا** ان السيدين المحققين رحمهما الله تعالى قد اشارا الى تضعيف هذا بوجوه اما المصنف فبتقديمه الاول وتعبيره هذا بقيل واما المؤلف فبتقريره على الامرين وتعليله للاول فان التعليل دليل التعويل كما نص عليه في العقود الدرية وغيرها فافهم **وثانيا** ان تاملت ما القينا عليك فوجوه ضعفه لاتخفى لديك **اما اولا** فلما تقدم من كلامي وكلمات العلماء الكرام على عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لاترد ولا ترام ولا شك ان الاقوى دليلا احق تعويلا **واما ثانيا** فلما له من كثرة الترجيحات وقد تقرر ان العمل بما عليه الاكثر

اقول بحمد اللہ تعالٰی تنویر اور دُر میں جو ذخیرہ سے نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرارِ نکاح کو مختار قول کے مطابق عدمِ نکاح قرار دیا جیسا تُو نے سُنا اور اس کے بعد یہ کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ کے حوالے سے اس کو اصح کہا، اس نقل کا ضعف واضح ہوگیا تو غور کرو **اولًا** اس لیے کہ (شامی اور طحطاوی) دونوں قابلِ احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا اور بیشک مصنف (صاحبِ تنویر) نے پہلے قول یعنی عدمِ انعقاد کو پہلے ذکر اور دوسرے کو "قیل" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مؤلف یعنی صاحبِ ذخیرہ نے اگرچہ دونوں قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی ذکر کی جو کہ قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو — **دوسرا** اس لیے کہ میں نے جو وجوہ ضعف آپ کو بیان کیے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے ضعف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، مثلاً اول یہ کہ میں نے اور دیگر علماء کرام نے جو کلمات ذکر کیے ہیں کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش کیے گئے وہ ناقابلِ تردید ہیں اور بلاشک وشبہ جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہوں گے **ثانیًا** اس لیے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لیے

---

[1] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵-۸۶

كما في العقود وغيرها واما ثالثا فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى وبه يفتى آكد ما يكون من الفاظ الفتوى واما رابعا فلان ما عليه المتون وهي العمدة واليها الركون فهذه الاربعة فقد ظهرت من قبل واما خامسا فلما قدمنا آنفا فقد اظهر لنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما في ذخيرته مأخذ خيرته الاجلى ذلك على انه ذكر محرر المذهب محمد رضي الله تعالى عنه في صلح الاصل ادعى رجل على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم[۱] فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا لا يصح الا بمحضر من الشهود فتفرع عليه

قابل قبول ہے جیسا کہ عقود وغیرہ میں ہے۔ ثالثاً اس لیے کہ جس میں فتویٰ کی قوی علامت پائی جائے وہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے اس پر تصریح کی ہے "علیہ الفتویٰ" اور "بہ یفتی" کے الفاظ فتویٰ کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں۔ رابعاً اس لیے کہ کتب متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اسی کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے۔ یہ چاروں امور پہلے واضح ہو چکے ہیں۔ خامساً اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہما نے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا ماخذ بنایا ہے ہمارے لیے ظاہر کیا ہے اس کی بنیاد وہ مسئلہ ہے جو امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انھوں نے اصل یعنی مبسوط کے باب "الصلح" میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعویٰ کیا کہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سو روپے کے بدلے صلح کر کے اس سے نکاح کا اقرار کرا لیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہو جائے گا اور اس سے محترم برہان الدین کو گمان ہوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کر لیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوا تو صحیح ہوگا،

۱۔ ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/۲۹۵-۲۹۶

ان الاصح الصحة لو الشهود حضورا قال العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف و اى شئ اكون انا حتى أتكلم بين يدى هذا الامام الجليل قدس سره الجميل ولكن كثرة تصحيحات الائمة وجزمهم فى الجانب الأخر بما تجرؤنى ان اقول و بالله التوفيق لامساس لما فى الاصل بهذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار والزم المال فانما افاد جواز الصلح وانقطاع الجدال بحيث لو عادت المرأة بعد ذلك الى الجحود لم يسمعه القاضى اما لو لم يجز الصلح لم يلزم المال و اقرت المرأة على انكارها هذا هو حاصل جواز الصلح وعدم جوازه كما لا يخفى وان هذا من انعقاد نعقد فى الواقع فيما بينهم وبين ربهم العليم الخبير تبارك وتعالى اليس قد صرحوا انه لا يطيب له البدل ان كان كاذبا ولو ادعى رجل على أخر بيع داره مثلا فاقر به افتداء عن يمينه او فرارا عن ذل الجثو بين يدى القاضى ثبت البيع قضاء وجرت الاحكام من وجوب التسليم ولزوم الشفعة وغير ذلك لكن هذا المدعى الكاذب انما ياخذ جمرة نار ثم السراف الصالحين

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تفریع قائم کی کہ اصح یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا۔ یہ عبد ضعیف واللہ تعالیٰ مہربان اس پر مہربانی فرمائے، میں کون ہوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف ہے جس کی وجہ سے مجھے جرأت ہو رہی ہے کہ میں بات کروں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اصل کے بیان کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا۔ لیکن اگر صلح کا جواز نہ مانا جائے تو مال لازم نہ ہوگا اور عورت کا انکار باقی رہے گا، صلح کے جواز اور عدم جواز کا حاصل صرف یہی ہے جیسا کہ واضح ہے، اس کا فی الواقع عنداللہ نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے طیب نہ ہونے پر فقہائے نے تصریح نہیں کی، ایک شخص دوسرے کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کر لے یا قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہوئے اقرار کرلے تو اس صورت میں قضاءً بیع ثابت ہو جائے گی اور اس پر مکان کا قبضہ دینا، اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس کے لیے جہنم کا انگارا ہے، پھر وضع کرنے والوں نے

امر اذا عقد الصلح وهو انما يصور بارجاعه
الی عقد من العقود الشرعية فلا بد
من حمله علی اشبه عقد به ضرورة
تصحيح الكلام وقطع الخصام اما
ههنا اعني فيما نحن فيه فلم يريدا
عقدا وانما اخبرا خبرا كاذبا و
الكذب وان يروج على الناس
فلا يصح عند الله اصلا فوضح الفرق
وزال الاشتباه والحمد لله قال في
الهداية اذا ادعى رجل على امرأة نكاحا
وهي تجحد فصالحته على مال
بذلته حتى يترك الدعوى جاز و
كان في معنى الخلع لانه امكن تصحيحه
خلعا في جانبه بناء على زعمه وفي
جانبها بذلا للمال لدفع الخصومة
قالوا ولا يحل له ان يأخذ فيما بينه
وبين الله تعالى اذا كان مبطلا في دعواه[1]
اه، قال في الكفاية هذا عام في جميع
انواع الصلح[2] اه وفي الدر المختار
عن القهستاني ان الصلح على بعض الدين
فيصح ويبرء عن دعوى الباقي اي قضاء
لا ديانة ولذا لو ظفر به اخذه[3] اه

جب صلح کا عہد کر لیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ
کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے
قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام
کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جا سکے،
لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد و عورت
نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی جھوٹ
اگرچہ لوگوں پر اثر انداز ہو جاتا ہے لیکن عند اللہ موثر نہیں
ہو سکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا، لِلّٰہ الحمد،
ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح
کا دعوٰی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوٰی کو ختم کرنے
کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے،
اور اس صلح کو خلع کے معنی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی
طرف سے اس کے دعوٰی کی بنا پر اس معاوضہ کی
درستی کو خلع قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال
کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا
اس کے باوجود فقہاء کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا
ہے تو اس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ
اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار
میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح
ہو جائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری
ہو جائے گا دیانۃً یعنی عند اللہ بری نہ ہوگا اسی لیے
اگر قرضخواہ کو وہ رقم ملے تو باقی کو وصول کرے اھ،

---

[1] ہدایہ — کتاب الصلح — مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۳۶
[2] کفایہ مع فتح القدیر — کتاب الصلح — نوریہ رضویہ سکھر ۷/۳۸۹
[3] درمختار — " — مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۳۲

وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاه الالف فانکر الطالب فصالحه بمائة صح ولا یحل له اخذها دیانة[1] اھ، وسرد النقول فی ذالک یطول و قال فی الهدایة الاصل ان الصلح یجب حمله علی اقرب العقود الیه واشبهها به احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن[2] اھ فبما اسمعناک یتحصل الجواب عن تمسک المولی البرهان بثلثة اوجه الاول ارجاع الصلح الی تلک العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی الثانی ان تثبت هذه العقود بتلک الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا الا تری ان قوله اعتق عبدک هذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انه لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث ان هذه العقود انما تقدر قضاء ولا تؤثر فی الدیانة

اور فتاوٰی شامی میں مقدسی کے حوالے محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو ہزار ادا کردیا مگر قرض خواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے ایک سو پر صلح کرلی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا حلال نہیں ہے اھ یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح بنایا جاسکے اھ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مولانا برہان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے پہلا یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجع کرنا صرف فرضی صورت ہے جو بربنائے ضرورت کے لیے ہے اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوسکتے، آپ غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کردے تو یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کردے" کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی۔ تیسرا یہ کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلح داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۷۵
[2] ہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۶

اذا کان مجلدا ونحن لا ننکران باقرارھما یثبت النکاح قضاء وانما الکلام فی الدیانة فان کان مراد الامام البرھان ھو الصحة قضاء وقد یستأنس لہ بقولہ عطر اللہ مرقدہ جعل الاقرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء ولعینہ بناؤہ الامر علی عبارة الاصل فانہا کما علمت لا تفید الا الجواز قضاء فھذا حق لا مریة فیہ ولا غرو فی المصیر الیہ تصحیحا لکلام ھذا الامام وتحصیلا للوفاق بینہ وبین غیرہ من الائمة الاعلام وان کان فیہ بعد بالنظر الی ظاھر الکلام والا فلا شک ان الحق مع ھؤلاء الجہابذة الکرام واللہ تعالٰی اعلم بحقیقة الامر فی کل مرام والحمد للہ مولٰینا الھادی ذی الجلال والاکرام۔

صیغ جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد وعورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وُہ انشاء ہے اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف رجوع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے، اور ہر مقصد میں اللہ تعالٰی ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالٰی رہنمائی فرمانے والے کیلئے تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

ہاں اگر مرد وزن نے وُہ الفاظ کہ جو اخبار ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے۔ یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہُوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہُوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقدِ نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقدِ نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصدِ اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظِ صالحہ سے قصدِ انشاء کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لیے بس ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہوچکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشاء سے مباین۔

اقول ہذا الذی قررتہ بتوفیق اللہ تعالٰی یجب ان یکون ہو المراد من قول الامام الاجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالٰی حیث افاد بعد ما اثر عن البیہقی والنوازل ما اسلفنا، قال مولٰنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینہما عقد لایکون نکاحا وان اقرت المرأۃ انہ زوجہا واقر الرجل انہا امرأتہ یکون ذٰلک نکاحا ویتضمن اقرارہما بذٰلک انشاء النکاح بینہما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم یکن لان ذٰلک کذب محض وھو کما قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا قال الرجل لامرأتہ لست لی بامرأۃ ونوی بہ الطلاق یقع ویجعل کانہ قال لست لی بامرأۃ لانی قد طلقتک ولو قال لم اکن تزوجتہا ونوی بہ الطلاق لایقع لان ذٰلک کذب محض لایمکن تصحیحہ[1]۔ قال فی الفتح علی ما نقل عنہ فی ردالمحتار ان الحق ھو التفصیل[2]۔

اقول میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خان کے قول کا بھی لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور نوازل کے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل کرنے کے بعد افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد وعورت نے ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے اقرار میں یوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے یوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاد ہوجائیگا بخلاف جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو، کیونکہ وہ محض جھوٹ ہے، اس تفصیل کا حاصل ایسے ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہوجائے گی گویا کہ اس شخص نے یوں کہا کہ تو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، اور اگر اس نے بیوی کو یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہوسکتی اھ ردالمحتار میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۶

فاما المعنى على ما بيّنا وليس المراد ان
اللفظ اذا لم يتعين للاخبار عن الماضي
صح العقد وان نوى به الاخبار كيف و
انه لا يكون ح الا محض كذب ويشهد لك
بذلك ما استشهد به من مسئلة
الطلاق فانه ان قال لست لي بامرأة ولم ينو به
انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الكاذب
لم يقع قطعا فانه لا يقع عند ذلك بالتصريح
كما قد علمت بالكنايات الاترى انه بنصه
قيد المسئلة بقوله ونوى الطلاق
فكذا يقال ههنا ونوى النكاح هذا
ما صرت اليه لما وصلت ثم
بتوفيق المولى سبحانه وتعالى
رأيت العلامة عبد العلي برجندي
نقل في شرح النقاية كلام
الامام فقيه النفس بالمعنى و
عبرته بعين ما فهمته
ولله الحمد وهذا نصه في
الظهيرية لو قال بمحضر من
الشهود اين زن من است فقالت
اين شوى من است اختلف المشائخ
فيه والصحيح انه لا ينعقد
وفي فتاوى قاضي خان انما
لا يكون هذا نكاحا اذا قالا ذلك على سبيل
الاخبار عن عقد ماض ولم يكن بينهما عقد اما

تفصیل کا مقصود وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے
یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین
نہ ہو تو خبر کی نیت کے باوجود بھی عقد نکاح صحیح ہوگا یہ
کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مرد و عورت نے محض جھوٹ سے
کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے
اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا
کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے
اور اس نے انشاء طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ مراد لیا
تو قطعی طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے
جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے
طلاق ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آپ
نے غور فرمایا ہوگا کہ انہوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی
نیت سے مقید کیا ہے (کہ مذکورہ لفظ طلاق دینے کی
نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، اسی طرح جب
اقرار نکاح میں بھی دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو
نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے
اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالے کی توفیق سے
علامہ عبدالعلی برجندی کو دیکھا کہ انہوں نے نقایہ کی
شرح میں امام قاضیخان کی عبارت کو بالمعنی نقل کیا
اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی تمام حمد ہے۔ یہی ظہیریہ کی عبارت ہے
کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت
کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے
تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوی قاضیخان
میں ہے کہ یہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه من وجها واقر انها من وجته واراد بذلك انشاء النکاح فهو نکاح[1] اھ فالحمد لله علی حسن التفهم **اقول**[2] وبما قررت ظهر لك ان هذا الذی اختاره المولی فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لا یخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل هو عین ما اعتمدوه فانهم انما صححوا ان النکاح لا ینعقد بالاقرار و الاقرار انما یکون عند قصد الاخبار و قد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذا قالاه مریدین به الانشاء لم یکن ذٰلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار هو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحیحات علی صحة ما افتیت به فان حمل کلام الذخیرة علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکم بما حررت عضوا علیه بالنواجذ۔

عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر انھوں نے اس سے انشاءِ نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ **اقول** میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خاں نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاءِ نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ یعنی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار صرف خبر کو کہتے ہیں، پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوٰی پر مجتمع ہوگئیں اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہوجائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپنا لو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول[3] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاحِ مسلم میں وقتِ ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاحِ مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلامِ عاقدین معاً سننا عند الجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یُوں ہی اُن کا کلامِ عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں، مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے، آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے،

جزم بالاول العلامة الزیلعی فی التبیین و

امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۷۳

المحقق على الاطلاق فى الفتح والمولى الغزى فى متن التنوير وصححه فى الجوهرة وقال فى الذخيرة والظهيرية وخزانة المفتين والسراج الوهاج وشرح النقاية للقهستانى والبرجندى ومجمع الانهر والهندية انه الظاهر[1] وكذا اختاره فقيه النفس فى الخانية وضعف خلافه قال الذخيرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانهر فكان هو المذهب[2]، وجزم بالثانى فى الفتاوى وكذا ذكره البقالى وقال فى الخلاصة وجواهر الاخلاطى انه الاصح[3]، وفى مجمع الانهر عن النصاب عليه الفتوى[4] ولم يتعرض لقيد الفهم فى مختصر القدورى والوقاية والنقاية والكنز والاصلاح والايضاح والملتقى وكلاهما رواية عن محرر المذهب محمد رضى الله تعالٰى عنه كما فى الفتح۔

فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ ذخیرہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین، سراج الوہاج، قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں، مجمع الانہر اور ہندیہ میں فرمایا کہ یہ ظاہر ہے، اور فقیہ النفس قاضی خان نے خانیہ میں اس کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے، اور ذخیرہ، بحر، در، مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے اور دوسرے (صحیح) پر جزم کا اظہار فتاوٰی میں کیا اور یوں اس کو بقالی نے ذکر کیا۔ اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔ اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے سے کہا کہ اس پر فتوٰی ہے۔ اور مختصر القدوری، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، ایضاح اور ملتقی میں فہم کی قید کا ذکر نہیں کیا جبکہ یہ دونوں قول محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں، جیسا کہ فتح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہو رہا ہے،

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/۴
مجمع الانہر " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۱
[2] مجمع الانہر کتاب النکاح " " " "
[3] جواہر اخلاطی " قلمی نسخہ ص ۷۴
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۱

اقول وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی لمحشی الدر وقال فی رد المحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فہم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فہم معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح[1] اھ وھو کما تری حسن جدا اقول ومن علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشہادۃ فی عقد النکاح اتقن بہذا التوفیق فان من علم ان ھذا نکاح فقد شہد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفہم فکانہ لم یسمع ومن لم یسمع فکانہ لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لک ان الاجتزاء بذکر الحضور اوبہ بالسماع اوذکرھما مع الفہم کل یؤدی مؤدی واحدا عند التدقیق واللہ ولی التوفیق۔

اقول مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات دُر کے محشی علامہ مصطفٰی رحمتی کے ہاں مل گئی۔ اور ردالمحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ـــــ کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے اقول جس کو عقدِ نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا گواہ ہوگیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہوا گویا اس نے سُنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد و زن اُن الفاظ سے قصد انشاء کریں اُس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو شاہدین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۳

هذا ما قلته تفقها ثم رأیت فی رد المحتار، قال حاصل ما فی الفتح وملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد او اعلامهم به[1] اھ فاتضح المرام والحمد للّٰه ولی الانعام **اقول** وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعین شرائط الشهادة عند العقد الا تری ان فاهمین فی کلامهم حال ولابد من مقارنة الحال والعامل واللّٰه تعالٰی اعلم هذا کله مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد للّٰه علی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوة والسلام علٰی سید العالمین محمد واٰله وصحبه اجمعین۔

یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد کو سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالکِ انعام کے لیے تعریف ہے **اقول** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پوری کرسکیں، جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فاہمین کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے، یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہُوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وُہ جاہل عاجز کو ماہر خبیر سے لاحق کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدالعالمین پر صلٰوۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقادِ نکاح کا حکم ہو ذکرِ مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بذکرِ عدم مہر بھی صحیح ومنعقد ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ٢/٢٦٩

www.alahazratnetwork.org